مجسم وفا، مولانا مفتی عرفان حمید شہیدؒ

مولانا سہیل یوسف میمن صاحب

زندگی اور موت کا فلسفہ بھی کتنا عجیب ہے، ہنستی محفلوں کو اجاڑتا اور کھلی بہاروں کو خزاں میں بدل دیتا ہے، ۲۰/ اپریل ۲۰۱۲ء کو ہونے والے طیارہ کے حادثے کی خبر کو لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کے لیے معمول کی ایک حادثاتی خبر کی طرح سنا ہوگا، درد دل رکھنے والوں نے دعائے مغفرت پر ہی اکتفاء کرلیا ہوگا، لیکن اس دن مجھ پر کیا گذری یہ میں ہی جانتا ہوں اور میرا رب!

میرے شیخ ومربی اور محسن حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب رحمہ اللہ اپنی ہمشیرہ اور باوفا شاگرد مفتی عرفان حمید رحمہ اللہ کے ساتھ راہی ملک عدم ہوئے، اور تا قیامت اپنی حسین یادیں دل میں چھوڑ گئے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلق بہت کچھ لکھا جارہا ہے اور ان شاء اللہ لکھا جاتا رہے گا، ان کی یاد کے ساتھ ان کے اس رفیق دنیوی اخروی کا ذکر بھی ہوتا رہے گا۔

میرے مخلص دوست مولانا مفتی عرفان حمید رحمہ اللہ نے ۱۵/ اگست ۱۹۸۱ء کو اسی شہر کراچی میں آنکھ کھولی اور اقراء میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ فتحیہ گارڈن میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی پھر اسی میں درجہ اولی سے درس نظامی کا آغاز کیا، ۱۹۹۵ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں درجہ ثانیہ میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۱ء میں جامعہ سے ہی درس نظامی کی تکمیل کے بعد درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی میں داخلہ لے لیا، ۲۰۰۳ء میں تخصص سے فراغت ہوئی، تخصص کے بعد ایک سال تک تو کچھ دنیوی مشاغل میں وقت گزارا لیکن پھر ۲۰۰۵ء میں حضرت مولانا ارشاد اللہ عباسی شہید رحمہ اللہ کے زیر اہتمام ''جامعہ الحراء للبنین والبنات گارڈن'' میں تدریسی سلسلہ سے وابستہ ہوگئے اور تاحیات اس ادارے سے وابستہ رہے، اس دوران میٹرک اور انٹر کے امتحانات بھی دیئے اور اپنی صلاحیتوں کی بناء پر کم عمری میں درس نظامی کی بڑی کتابیں پڑھانے لگے۔

ہدایہ اور ترمذی شریف جیسی اہم کتابیں مولانا عباسی شہید رحمہ اللہ کی زندگی میں پڑھاتے تھے۔ ۲۰۱۱ء میں مولانا کی شہادت کے بعد صحیح بخاری شریف پڑھانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی۔

بلاشبہ مولانا عباسی رحمہ اللہ کا سانحہ مذکورہ مدرسہ کی تاریخ کا سب سے بڑا حادثہ تھا، جس سے

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی طرح اس مدرسہ میں بھی بہت بڑا خلا پیدا ہوا، لیکن مولانا عرفان شہید رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے مدرسہ کا انتظام بحسن خوبی سنبھالا۔

جامع مسجد صالح صدر میں ہونے والے تعلیم و تربیت ''چالیس روزہ دینی و اخلاقی تربیتی کورس'' کا آغاز تو ۱۹۹۸ء سے ہو چکا تھا، لیکن اس کا باقاعدہ کوئی نصاب کتابی صورت میں مرتب نہ تھا، بلکہ اساتذہ خود ہی حضرت استاد جی رحمہ اللہ کی راہنمائی میں اسباق مرتب کر کے ان کو فوٹو کاپی کروا کر طلبہ میں تقسیم کر دیتے تھے، ۲۰۰۶ء میں حضرت استاد جی رحمہ اللہ نے بندہ سے کہا کہ تم عرفان صاحب سے معلوم کرو، اگر وہ کورس میں پڑھانے کی خواہش رکھتے ہوں تو کہہ دو، میں خود اس لیے نہیں کہتا کہ وہ بادل ناخواستہ بھی حکم سمجھ کر مجبور ہوگا۔ یہ حضرت استاد جی رحمہ اللہ کا ایک منفرد انداز تھا، جس کے ذریعے وہ ہر ایک کی دلی خواہش کا پاس رکھ کر اس کے مطابق کام لیا کرتے تھے، بندہ نے مفتی عرفان حمید رحمہ اللہ سے بات کی تو وہ فوراً تیار ہو گئے، پھر وہ آئے کیا کہ چھا گئے، سب سے پہلے انہوں نے کورس کے اسباق کمپوز کئے، پھر کتابی صورت میں لانے میں وہ پیش پیش رہے، ہر سال جامع مسجد صالح صدر کے ساتھ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں بھی کورس کی تدریسی خدمت سرانجام دیتے رہے، شہادت سے قبل آخری دنوں میں بھی اس سلسلے کی ایک ابتدائی کتاب کا مسودہ (جواب تک فوٹو کاپی ہی کی صورت میں ہے) تکمیل کے آخری مراحل میں تھا، اور حضرت استاد جی سفر پر روانگی کے وقت آخری بار نظر ڈالنے کے لیے ساتھ لے کر گئے تھے، لیکن

ما کل ما یتمنی المرأ یدرکہ

تجری الریاح بما لا تشتھی بہ السفن

میرے محسن اور دوست بہت سی خوبیوں کے حامل انسان تھے، کم عمری میں اپنی صلاحیتوں اور بہترین اخلاق کی بناء پر اپنے اساتذہ، خاندان اور متعلقین شاگردوں میں مقبول تھے، خاندان کے بڑے بھی اہم امور میں ان سے مشورہ لیتے تھے، اور وہ بھی ہر ایک ساتھ اس کے مرتبے کے موافق پیش آتے، ہر ایک کے کام آنا اور اس کی ضرورت پوری کرنے میں اپنا وقت صرف کرنا ان کا ایک خصوصی وصف تھا، چھوٹا بڑا کوئی بھی کسی کام کا کہہ دیتا تو وہ اس کو پورا کرنے میں جت جاتے، اور معمولی کام کو بھی اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ صلاحیتیں دے رکھی تھیں، جو اپنے اساتذہ کی مسلسل صحبت سے ان میں منتقل ہوئی تھیں، معاملات میں بے حد صاف تھے، جو زندگی کا ایک مشکل کام ہوتا ہے، میں مولانا کو اس سلسلے میں اتنا ذمہ دار شخص نہیں سمجھتا تھا، ان کی شہادت کے بعد جب ان کی ذاتی ڈائری دیکھی تو معلوم ہوا کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں نوٹ کرتے تھے، چنانچہ ان کا تمام حساب کتاب مکمل طور پر اس ڈائری میں محفوظ تھا، میں ان کی اس صفائی معاملات پر بہت حیران بھی ہوں اور اپنی بدگمانی پر شرمسار بھی۔

قدرت نے انہیں باذوق بنایا تھا، زندگی کے ہر پہلو میں اس کا ظہور ہوتا تھا، رہن سہن، لباس و پوشاک، بلکہ ہر چیز میں وہ ذوق رکھتے تھے، اور ہم جیسے بے ذوقوں کو اس طرف متوجہ کرتے رہتے تھے، نیز حضرت استاد جی رحمہ اللہ کے ساتھ بھی ان کا انتہائی اور بے تکلف تعلق تھا، وہ استاذ جی پر جان چھڑکتے تھے، تو استاذ محترم بھی ان کو اپنے بیٹوں کی طرح چاہتے تھے، اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد تو حضرت استاذ جی ہی ان کا سب کچھ تھے، ہر ہر مرحلے پر وہ انہیں سے پوچھ پوچھ کر قدم اٹھاتے تھے، حضرت استاد جی رحمہ اللہ کو خدا تعالیٰ نے جو رعب و وجاہت عطاء فرمایا تھا، اس کی بناء پر ہم جیسوں کو باجود قرب و تعلق کے ان کے سامنے ہر بات کرنے کی جرأت اور ہمت نہیں ہوتی تھی، ایسے میں مولانا عرفان شہید جیسا مزاج شناس ہی تھا، جو ہمارے کام آتا اور استاد جی سے بات کرکے ہمارا مسئلہ حل کرتا تھا۔، نہ وہ ہستیاں رہیں اور نہ ان کے ساتھ بیتے لمحے، بس ان کی یادیں اور باتیں ہی ہماری متاعِ گراں مایہ ہیں۔

مولانا عرفان شہید رحمہ اللہ کا نکاح ۲۰۰۳ء میں ختم بخاری شریف میں مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ نے پڑھایا تھا، اللہ نے انہیں دو پیارے سے بچوں اور ایک بچی سے نوازا تھا، بچی اس وقت چار ماہ کی ہے، ایک بچہ پیدائشی نابینا ہے۔اور نمائش چورنگی پر واقع بصارت سے محروم بچوں کے اسکول میں زیرِ تعلیم ہے، اللہ تعالیٰ ان بچوں کی کفالت اور ان کی تربیت فرمائے، آمین، ان کے والد کا تو انتقال ہو چکا تھا، البتہ والدہ حیات ہیں، بڑھاپے کی اس عمر میں جوان سالہ بیٹے کی شہادت کا صدمہ جس طرح انہوں نے برداشت کیا، یہ انہیں کا حوصلہ ہے، اور اہلیہ کا صبر اور ہمت بھی قابلِ صد ستائش ہے۔مولانا کے دو بھائی ہیں، ایک ان سے بڑا اور ایک چھوٹا ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو۔آمین

۲۰/اپریل ۲۰۱۲ء بطابق ۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ کو وہ ہم سے کراچی ائیر پورٹ پر رخصت ہو کر اسلام آباد اور وہاں سے مردان کے لیے روانہ ہوئے تھے، لیکن ہمیں کیا خبر تھی کہ اب دوبارہ اس فانی دنیا میں ہماری ملاقات نہیں ہوگی، روانگی سے دو دن قبل ہی مجھے علم ہوا کہ وہ استاد جی رحمہ اللہ کے ساتھ سفر پر جارہے ہیں میں نے کہا کہ مجھے بھی بتلا دیا ہوتا تو میں بھی ساتھ چلا جاتا، تو وہ کہنے لگے کہ تم بھی چلو، بھوجا کا ٹکٹ تو مل ہی جائے گا، لیکن پھر میرا نظم نہ بن سکا، کاش کہ میں بھی ان کے ساتھ ہی روانہ ہو جاتا لیکن جدائی کا یہ صدمہ میرے نصیب میں لکھا جا چکا تھا، اور قدرت خداوندی نے مجھ ناتواں سے ایک اور امتحان لینا منظور کرلیا تھا۔مفتی عرفان شہید کی نماز جنازہ حضرت مولانا سید سلیمان بنوری صاحب (نائب مہتمم علامہ بنوری ٹاؤن) نے پڑھائی اور دنیا کی طرح استاد جی کے پہلو میں سپردِ خاک کئے گئے۔ فانا راض بقدر اللہ وقضائہ، اب اللہ ہی ہماری دستگیری فرمائے اور ہمیں صبر دے، استاد جی رحمہ اللہ اور مولانا عرفان حمید شہید رحمہ اللہ اور تمام شہداء کی قبور کو باغ جنت بنائے اور ہمیں بھی ان کے مشن کی تکمیل کا حصہ بنا کر جنت میں اکٹھا فرمائیں۔..............آمین ثم آمین